سید حامد علی ★

انسانیت کی موجودہ مشکلات

اور

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آج ساری دنیا پریشان ہے، انسانی مسائل میں گتھیوں پر گتھیاں پڑتی جارہی ہے۔ جو طریقے بناؤ اور سدھار کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں، وہ الٹا بگاڑ کا باعث ہوتے ہیں، کسی کو چین اور سکون حاصل نہیں، ایک دائمی بے اطمینانی ہے جو سب پر مسلط ہے۔ ایک جنگ ختم ہونے نہیں پاتی کہ دوسری جنگ کا ہوا سامنے آکھڑا ہوتا ہے، جھگڑوں خونریزیوں فسادات، انقلابات اور باہمی کشمکشوں نے دنیا کا سکون بالکل غارت کردیا ہے قومیں، قوموں سے، فرقے فرقوں سے، طبقے طبقوں، پارٹیاں پارٹیوں سے اور افراد افراد سے دست و گریبان ہیں۔ اور یہ کشمکش ختم ہوتی نظر نہیں آتی، ہر شخص خود غرضی میں مبتلا ہے۔ کسی کو کسی پر اعتماد حاصل نہیں۔ شرافت اور اخلاق کوئی چیز نہیں۔ انسان کا علم بہت بڑھ چکا ہے وہ بڑے بڑے خوش نما فلسفے گھڑتا ہے۔ بڑی دل فریب اسکیمیں بناتا ہے امن وانسانیت آزادی وفلاح عالم پر بڑی جادو بیانی کے ساتھ لیکچروں پر لیکچر دیتا ہے لیکن ان سب کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ دنیا کو دھوکا دے اور لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر اپنا الو سیدھا کرے۔ انسان کو مادی وسائل پر بے پناہ قدرت حاصل ہوگئی ہے۔ یہ انسانیت کی بہترین تعمیر کا ذریعہ بن سکتی تھی۔ لیکن انسان کے بگڑ جانے کی وجہ سے بدترین تخریب کا باعث بن گئی ہے۔ آج انسان کی عقل جواب دے چکی ہے اس کی تمام تدبیریں فیل ہوچکی ہیں۔ خدا کی ہدایت اور اس کے رسولوں کی رہنمائی کی ضرورت اگر کبھی انسان کو ہوتی تھی۔ تو آج یہ ضرورت سب سے زیادہ ہے۔ آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں انسانیت کی گتھیوں کا بہترین حل موجود ہے۔ آئیے دیکھیں کہ وہ حل کیا ہے، اور ہمارے ان مسائل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح سلجھایا ہے۔

انسان کی سب سے بڑی مشکل کسی متفقہ اقتدار کا نہ ہونا ہے، کوئی ایسا اقتدار نہیں جسے سب مل کر تسلیم کرسکیں۔ جس کی سب اطاعت کرسکیں اور جو انسانیت کے شیرازے کو مجتمع رکھنے کا باعث ہو۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں تصادم اور کش مکش کا ایک طوفان برپا ہے اور کوئی روکنے والا نہیں، نہ کوئی کسی کی سنتا ہے۔ یہ سب سے بڑی گتھی

ہے جس کے حل ہونے پر دوسری گتھیوں کے سلجھنے کا دارومدار ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گتھی کو انتہائی خوش اسلوبی سے حل کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے انسانوں کے سامنے یہ حقیقت دلائل کی روشنی میں رکھی کہ دنیا کے انسان جو کبھی پیدا ہوئے تھے، جو آج موجود ہیں اور جو آئیندہ رہتی دنیا تک پیدا ہوں گے، ان کا پیدا کرنے والا، پالنے والا، ان کی زندگی وموت کا مالک ،ان کے لئے زندگی کا تمام سامان بہم پہنچانے والا، انہیں جسمانی ،ذہنی، روحانی ہر قسم کے قویٰ بخشنے والا صرف اللہ ہے۔ اسی نے اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے اور وہی اس نظامِ عالم کا نگران اور مدبر و منتظم ہے - وہی تمام انسانوں کا مالک اور آقا ہے اور وہی ان کا حقیقی فرمانروا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی جو کتاب انسانوں کی ہدایت کے لئے لائے اس کی ابتداء الحمدللہ رب العلمین۔(شکر و ستائش اللہ کے لئے ہے جو ساری کائنات کا مالک اور پروردگار ہے) سے ہوتی ہے اور قُل اَعُوذُ بِربِّ الناس مَلِکِ النَّاسِ الٰہِ الناس۔- (کہ دیجئے میں پناہ چاہتا ہوں تمام انسانوں کے پروردگار کی - تمام انسانوں کے بادشاہ کی اور تمام انسانوں کے معبود کی) پر اس کی انتہا ہوتی ہے۔اور اس کا پورا زور اسی بنیادی تعلیم پر ہے کہ تمام انسان اللہ کو اپنا مالک و آقا مانیں اور اسی کو مقتدر اعلیٰ تسلیم کریں - نبیصلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری زندگی اسی بات کے منوانے میں صرف کردی اور اپنے پیچھے ایک بہت بڑی جماعت چھوڑی جو اس بنیاد پر متفق ہو چکی تھی۔

آپ اگر غور کریں تو انسانوں کی اس گتھی کو سلجھانے کا یہی فطری اور حقیقی حل ہے۔ اور اس کے سوا اس کا اور کوئی حل نہیں۔ کسی ایک انسان کی حاکمیت سے ایک قوم کے افراد بھی مطمئن وراضی نہیں ہوسکتے تو تمام انسان اور سب قومیں کس طرح راضی ہوں گی - اس دور میں جب کہ ہر قوم دوسری قوم سے انتہائی بدظن ہے اور ان میں اتحاد کی کوئی بنیاد نہیں ، یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی ایک انسان کو جو بہر حال کسی خاص قوم سے متعلق ہوگا۔ سب اپنا فرمانروا منتخب کرلیں اور اگر ایسا ہو بھی جائے اور اس شخص کو قوت واقتدار کے سارے ذرائع ووسائل سونپ دئے جائیں تو اس کے سوا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ وہ دنیا کا سب سے بڑا فرعون بن جائے اور اپنی طاقت کے نشے میں تمام انسانوں کو مصائب و آلام میں مبتلا کردے۔ معمولی اقتدار پانے پر بھی انسان نے ہمیشہ یہی کیا ہے، تو اتنے بڑے اقتدار کے مل جانے کے بعد وہ کیوں ظلم کی راہ اختیار نہ کرے گا؟ انسان اغراض اور خواہشات سے پاک نہیں ہوسکتا - اس لئے وہ اپنے لئے اپنے خاندان کے لئے اپنے فرقے اور اپنی قوم کے لئے سارے فائدے سمیٹ لے گا اور باقی انسانوں کو ان سے محروم کردے گا - وہ بہر حال اپنے عزیزوں سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا ، وہ اپنے خاندان کو زیادہ

چاہتا ہوگا اور اپنی قوم کو زیادہ پسند کرتا ہوگا اس لئے وہ سب کے ساتھ یکساں انصاف نہ کرسکے گا اس کے احکام میں عدل اور مساوات کی بجائے ظلم اور عدم مساوات ہوگی۔ اس کا علم کسی طرح اتنا وسیع نہیں ہوسکتا کہ وہ سب انسانوں کی ضروریات سے واقف ہو سب کی فلاح و بہبود کے طریقوں سے باخبر ہو اور سب کی فطری صلاحیتوں کے ارتقاء کی راہیں جانتا ہو وہ جہالت کی وجہ سے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائے گا اور اس طرح انسانیت کو تباہ کرکے رکھ دے گا۔ رہی یہ بات کہ کوئی ادارہ تمام انسانوں کا حاکم بن جائے تو یہ اور بھی ناممکن ہے۔ ایسے ادارے کو جو مختلف اغراض و مقاصد رکھنے والی قوموں کے اشتراک سے وجود میں آئے کبھی ایسی طاقت ہاتھ نہیں آسکتی کہ وہ سب قوموں اور سب انسانوں کو ایک مرکز پر جمع کرسکے اور انہیں اپنی اطاعت کے لئے مجبور کرسکے، اس ادارے کے پاس متصادم اغراض کے سوا کوئی ایسا بنیادی قانون بھی نہ ہوگا جس کو سب دل وجان سے مانتے ہوں۔ اور جس کے مطابق انسانیت کے اختلافات طے ہوسکتے ہوں۔ یہ ادارہ لازمی طور پر قوت و اکثریت رکھنے والی قوموں کے ہاتھ میں ایک کھلونا بن جائے گا اور ان کی ناجائز اغراض پورا کرنے کے سوا کسی بھی گتھی کو سلجھا نہ سکے گا۔ یہی حال لیگ آف نیشنز کا ہوا اور یہی یو۔ این۔ او کا ہورہا ہے اور یہی حشر ہر اس ادارے کا ہوگا جس کی بنیاد کسی متفقہ مقصد و مفاد پر نہ ہو اور جس کی زمام کسی ایک مقتدر اعلیٰ کے ہاتھ میں نہ ہو۔

اللہ سب کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے۔ اس لئے اسکی حاکمیت پر سب انسان اکٹھے ہوسکتے ہیں۔ وہ ساری کائنات کا حاکم و فرماں روا ہے، اس لئے اگر انسان اسے حاکم مان لے گا۔ تو اس کے اقتدار میں کوئی اضافہ نہ ہوگا کہ نشۂ اقتدار کا خطرہ ہو۔ اس کی حکومت کسی کے قائم کرنے اور تسلیم کرنے کی محتاج نہیں کہ اس کی وجہ سے وہ لوگوں کی ناروا رعایت کرے، اس کی حکومت آپ سے آپ قائم ہے، وہ ظلم سے پاک ہے۔ عدل و انصاف کا سرچشمہ اور اس کا خالق ہے۔ اس لئے اس سے تمام انسانوں کو یکساں طور پر عدل و انصاف مل سکتا ہے، سب انسان اس کے بندے ہیں، اس کا تعلق سب سے یکساں ہے، اس کی مہربانیاں سب کے لئے عام ہیں، اس لئے اس کی حکومت میں کسی کی حق تلفی نہیں ہوسکتی اور نہ اس سے کسی کو جانب داری کا ڈر ہوسکتا ہے۔ پھر وہ تمام انسانوں کی تمام ضرویات سے اچھی طرح واقف ہے اور ان کی تمام فطری صلاحیتوں اور ان کے ارتقاء کی ایک راہ سے خوب باخبر اس لئے اس سے بہتر اور اس کے سوا انسانوں کےلئے مقتدرِ اعلیٰ اور واحد مقتدرِ اعلیٰ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ انسانیت کی دوسری بڑی مشکل کسی مشترک رشتے کا نہ ہونا ہے۔ یہ بات اس وقت تو کسی حد تک قابل برداشت ہے تھی جب دنیا کی قومیں ایک دوسرے سے الگ تھلگ پڑی تھیں اور ایک دوسرے سے غیر متعلق تھیں لیکن آج

جب کہ پوری دنیا ایک شہر اور تمام قومیں ایک خاندان میں تبدیل ہو گئی ہیں۔ ان میں کسی رشتے کا نہ ہونا کتنی بڑی مصیبت ہے! اسی کا نتیجہ ہے کہ سفید فام سیاہ فام کے دشمن ہیں، ایشیا اور یورپ میں برتری اور کمتری کی مستقل نسبت قائم ہے اور آرین نسل کے لوگ سامی نسل والوں سے بیر رکھتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہر قوم دوسری قوم کی بدخواہ ہے اور ہر ملک دوسرے ملک کا مخالف۔ یہ دوسری بڑی غلطی ہے جس نے انسانوں کو جنگل کے وحشی درندوں کے مقام سے بھی گرادیا ہے اور پوری دنیا روما کے اکھاڑوں کی شکل میں تبدیل ہو کر رہ گئی ہے۔

وحدت انسانیت کے اس سب سے بڑے علمبردار (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس گتھی کو سلجھانے کے لئے سب سے پہلے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرنے کی کوشش کی کہ سب انسان ایک خالق کی مخلوق، ایک مالک کے بندے اور ایک حاکم کی رعیت ہیں اور انہیں صاف صاف الفاظ میں بتادیا کہ ان کا مالک اپنی رعیت کو متحد و متفق دیکھنا پسند کرتا ہے اور وہ جھگڑے فساد اور دشمنی و بدخواہی کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بات یہ بتائی کہ زمین کو جن جغرافیائی سیاسی اور معاشی حدود میں بانٹ دیا گیا اور جن کی وجہ سے انسانیت قومیتوں کی ناقابل شکست قسموں اور تفریقوں میں تقسیم ہو گئی ہے ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ پوری زمین اللہ کی ہے اور اس پر پائے جانے والے سارے ذرائع و وسائل اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور سب انسانوں کے لئے ہیں پوری زمین انسان کا وطن ہے اور خاک و وطن کے تمام تعصبات نہ صرف یہ کہ بے اصل ہیں بلکہ انتہائی غلط اور مالک ارض وسماء کی ناخوشی کا باعث ہیں۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات دلوں میں پیوست کی کہ تمام انسان ایک ہی ماں باپ (آدم وحوا) کی اولاد ہیں اس لئے ان میں خون کا اشتراک ہے اور وہ بھائی بھائی ہیں رنگ و نسل کی ساری تفریقیں غلط اور بے بنیاد ہیں کسی کو کسی پر رنگ اور نسل کی بنیاد پر کوئی برتری اور بڑائی نہیں تقسیم ایک ہی صحیح ہے اور وہ ہے اچھوں اور بروں کی تقسیم، خدا کو مقتدر اعلیٰ ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کی تقسیم۔

جس سوسائٹی اور جس قوم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے یہ تعلیم دی وہ اس لحاظ سے بہت گئی گزری تھی، چھوٹی قوم ہونے کے باوجود اس میں سینکڑوں قبیلے تھے۔ پھر ہر قبیلے کے مختلف ٹکڑے تھے اور ہر ٹکڑے میں مختلف خاندان اور کنبے تھے اور ان میں سے ہر ایک اس نسلی غرور کا بری طرح مارا ہوا تھا. اسی بنیاد پر وہ آپس میں دست و گریبان رہتے تھے۔ اور کسی طرح بھی ان کو متحد نہ کیا جاسکتا تھا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا اثر یہ ہوا کہ چند سال کے اندر وہ بھائی بھائی بن گئے اور جہاں جہاں یہ پیغام گیا اور اسے دل وجان سے تسلیم کیا گیا۔ وہاں

تمام تفریقیں ختم ہو گئیں اور ایک عالمگیر برادری اور ہمہ گیر اخوت وجود میں آگئی۔ جس کا ہر فرد دوسرے فرد سے اسی طرح وابستہ و متعلق تھا جس طرح ایک جسم کے اعضاء ایک دوسرے سے ---۔ آج بھی اس تعلیم کو عام کرنے سے یہ نتائج برآمد ہوسکتے ہیں اور انسانیت کا انتشار اور تصادم یقینی طور پر ختم ہوسکتا ہے۔

انسانیت کی تیسری پریشانی کسی متفقہ نصب العین کا نہ ہونا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ مختلف قوموں کے نصب العین مختلف ہیں ہر فرقے اور ہر طبقے کا نصب العین جدا ہے۔ ہر خاندان اور ہر فرد کا مقصد زندگی علیحدہ ہے جن کے حاصل کرنے کےلئے یہ سب اپنی سی پوری کوشش کرتے ہیں اس طرح یہ نصب العین ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں اور دنیا کے امن وامان کے لئے خطرے کا باعث ہوتے ہیں۔ پھر یہ نصب العین عموماً غلط ہوتے ہیں اور ان کے غلط ہونے کی وجہ سے نوع انسانی کی بہترین صلاحیتیں اور زمین کے کثیر مادی وسائل نہ صرف رائگاں جاتے ہیں بلکہ وہ انسانیت کی تخریب میں صرف ہوتے ہیں۔ پھر یہ نصب العین آئے دن بدلتے رہتے ہیں اور اس طرح انسانوں کو مسلسل ذہنی عملی اور سیاسی ومعاشی پریشانی میں مبتلا رہنا پڑتا ہے۔ یہ ہے تیسری پریشانی جسے دور کئے بغیر انسانیت کی گاڑی چند قدم بھی خطرے کے بغیر نہیں چل سکتی۔

اس مشکل کو بھی دنیا کے سب سے بڑے رہنما صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی عمدگی سے حل کیا۔ آپ نے بتایا کہ انسان کی زندگی کا مقصد اور پوری انسانیت کا نصب العین مقرر کرنا اصل میں خالق ومالک کا کام ہے وہی بتاسکتا ہے کہ اس نے انسانوں کو کس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور وہی یہ بتاسکتا ہے کہ کونسا نصب العین صحیح ہے انسانیت کے لئے مفید ہے اور نوع انسانی کے اتحاد واتفاق کا باعث ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ یہ پوری کائنات اللہ کی تابع فرمان ہے اور اس کی ہر ہر شئ کی زندگی اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں بسر ہورہی ہے انسان بھی اسی کائنات کا ایک جز ہے اسے بھی خدا نے پید کیا ہے وہ خدا ہی کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھارہا ہے اور خدا ہی اس کا مالک و آقا ہے اس لئے انسان کی زندگی کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنے مالک و آقا اور خالق و پروردگار کی اطاعت وبندگی اختیار کرے اور اپنی ساری کوششیں خدائے پاک کو خوش کرنے میں صرف کرے۔ یہی ہر انسان کا مقصد ہے ہر خاندان اور ہر گروہ کا مقصد ہے اور ہر قوم اور پوری نوع انسانی کا مقصد ہے۔ اسی لئے مقاصد کے اختلاف سے جو کش مکش آئے دن بڑھتی ہے وہ اسے اختیار کرلینے کے بعد آپ سے آپ ختم ہوجاتی ہے۔ پھر یہ ایک ایسا مقصد ہے جو صحیح اور مفید ہے۔ جو سب انسانوں کی فطرت کو اپیل کرسکتا ہے۔ اور جس پر تمام دنیا کے انسان، اکٹھے ہوسکتے ہیں۔

چوتھی مشکل یہ ہے کہ انسانوں کے درمیان کوئی ایسا مشترک اور منصفانہ مفاد موجود نہیں جو ان سب کو یکجا رکھے اور ایک مقصد میں لگائے رکھے، اور ایک فرد سے لے کر ایک قوم تک سب کے مفاد جدا ہیں، ہر شخص خود غرضی میں مبتلا ہے ہر قوم مفاد پرستی کا شکار ہے ہر طبقے اور ہر انسان پر اپنے مادی مفاد کا بھوت سوار ہے ہر ایک اپنے جائز وناجائز حقوق ہر طرح منوانے پر مصر ہے اور دوسروں کے حقوق دینے کے لئے کسی طرح تیار نہیں ہر ایک دنیا کے تمام مادی وسائل پر قابض ہونا چاہتا ہے اور دوسروں کو کچھ دینا نہیں چاہتا۔ یہ کشمکش ہر دم جاری ہے اور برابر تیز سے تیز تر ہوتی جارہی ہے دنیا کے محدود وسائل اس کشمکش کو سہار نہیں سکتے، نتیجہ یہ ہے کہ جنگوں پر جنگیں جاری ہیں، دنیا ایک سخت قسم کے معاشی بحران میں مبتلا ہے ہر طرف بے اطمینانی بے چینی، بھوک، خوف وہراس کا دور دورہ ہے۔ روز بروز حالات بد سے بد تر ہوتے جارہے ہیں اور اب ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا مکمل تباہی وبربادی کے قعر عمیق میں گراہی چاہتی ہے بڑے بڑے امید افزا اور خوش آئند پروگرام پیش ہوتے ہیں۔ مگر مفادات کی کشمکش کی وجہ سے سب کے سب خاک میں مل جاتے ہیں۔ انسانوں کی خود غرضیاں ہر بنتے ہوئے کام کو بگاڑ دیتی ہیں اور اس طرح کوئی الجھن دور نہیں ہوتی بلکہ کئی الجھنوں کا اضافہ ہوجاتا ہے۔

انسانیت کے اس سب سے بڑے محسن صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عقدۂ لاینحل کا جو حل پیش کیا ہے اس سے بہتر کسی حل کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس نے آثار کائنات اور قوانین فطرت کی روشنی میں دنیا کو اس حقیقت سے روشناس کرایا کہ زندگی یہی زندگی نہیں ہے مرنے کے بعد ایک دوسری زندگی انسان کو ملے گی یہ زندگی دائمی وابدی ہوگی جس عالم میں یہ زندگی بسر کرنا ہوگی اس کے ذرائع ووسائل غیر محدود اور اس کی نعمتیں اور تکلیفیں بے پایاں وغیر فانی ہونگی۔ اس عالم کی دوامی اور لامحدود نعمتوں کے مقابلے میں اس دنیا کی چند روزہ اور محدود فائدوں کی وہی حیثیت ہے جو سمندر کے مقابلے میں ایک حقیر بوند کی۔ دنیا کی یہ نعمتیں پوری جدوجہد اور دوڑ دھوپ کے باوجود اکثر انسانوں کو حاصل نہیں ہو پاتیں۔ اور وہ اس کی تمنا کرتے کرتے ہی دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں۔ لیکن اس عالم کی لازوال اور عظیم نعمتیں ہر اس انسان کو جو ان کے لئے مناسب کوشش کرے یقیناً ملیں گی خواہش اور تمنا کے مطابق ملیں گی بلکہ انسان کی تمنا سے کہیں زیادہ ملیں گی اور اتنی اور ایسی ملیں گی کہ انسان کا تصور کسی طرح وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ لیکن یہ سب کچھ صرف ان لوگوں کو ملے گا جو دنیا کے بھوکے ہونے کے بجائے آخرت کی کامیابی کے دلدادہ ہوں۔ جو مادہ پرست ہونے کے بجائے خدا پرستی کے پیکر ہوں، جو ہوس کے بندے ہونے کے بجائے خدا کے بندے اور اس کے تابع فرمان ہوں جو خدا کی تھوڑی سی خوشنودی کے مقابلے میں دنیا کی بڑی سے

بڑی نعمت کو ہیچ سمجھتے ہوں، جو حق پرستی اور انصاف کے لئے اپنے بڑے سے بڑے فائدے کو قربان کرنے کے لئے آمادہ ہوں جو اپنے ناجائز مفادات کو پورا کرنے کے چکر میں پھنسے رہنے کے بجائے دوسروں کے حقوق ادا کرنے اور انسانیت کی خدمت کرنے کےلئے غلطاں وپیچاں رہتے ہوں، جو خود تکلیفیں اٹھا اٹھا کر دوسروں کو آرم پہنچانے کےلئے ہر وقت تیار ہوں۔ لیکن جو لوگ ایسے نہ ہوں جو اپنے مادی فائدوں کی خاطر خدا کی خوشنودی آخرت کی کامیابی انسانیت امن وانصاف سب کو قربان کرسکتے ہوں اور کردیتے ہوں ان کے لئے اس عالم میں دردناک سزائیں ہوں گی ہولناک تکلیفیں ہوں گی، مصائب وشدائد کا ہجوم ہوگا ایسے ایسے دکھ ہونگے جن کو انسان کسی طرح برداشت نہ کرسکے گا، وہ چاہے گا کہ اسے موت آجائے لیکن موت بھی اس کی دستگیری نہ کرے گی، یہ سزائیں دائمی اور غیر فانی ہوں گی، اس عذاب کے مقابلے میں دنیا کے سارے عذاب ہیچ ہوں گے۔ انسان کے پاس اس عالم میں کچھ بھی نہ ہوگا کوئی اس کا امداد کرنے والا نہ ہوگا، کسی کی سفارش وہاں کام نہ آئے گی۔ انسان نہ اس عذاب سے نکل کر بھاگ سکے گا اور نہ دنیا بھر کی ساری دولتیں اور نعمتیں دے کر اس عالم کے معمولی عذاب سے نجات پاسکے گا اس عقیدت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر مختلف انداز سے ذہنوں میں اتارا اور اپنے ماننے والوں کے رگ وپے میں پیوست کردیا، نتیجہ کیا ہوا، تاریخ سے معلوم کیجئے مسلمانون کے بجائے غیر مسلموں سے دریافت کیجئے۔ سب جانتے اور سب مانتے ہیں کہ جن لوگوں کے ذہن میں یہ عقیدہ اچھی طرح بیٹھ گیا تھا۔ ان کے ہاتھوں ایک ایسا زریں دور وجود میں آیا جس سے زیادہ پرسکون اور انصاف پرور دور دنیا نے کبھی نہ دیکھا یہ لوگ قعر مذلت سے اٹھ کر تخت حکومت پر جا بیٹھے لیکن نشہ اقتدار سے بدمست نہ ہوئے یہ کروڑوں اور اربوں انسانوں کی جان ومال کے مالک بنے لیکن ہمیشہ اپنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا خادم سمجھتے رہے، یہ فاتح کرتے کرتے قیصر وکسریٰ کی حکومتوں کے وارث ہوگئے۔ مگر دولت پرستی اور ہوس اقتدار کا شکار نہ ہوئے ان کے ہاتھ میں بے شمار دولت آتی اور رعیت کو ملتی تھی مگر انہوں نے سادہ زندگی گزاری اور وہ قوت لایموت سے زیادہ لینے کے خواہشمند نہ ہوئے۔ وہ مظلومیت کی زندگی گزارتے گزارتے اٹھے اور بے پناہ اقتدار کے مالک ہوئے لیکن اس کے باوجود ظالم وجابر نہ ہوئے۔ ان کے بدترین وشمنوں نے گواہیاں دیں کہ وہ دشمن و دوست سب کے ساتھ یکساں انصاف کرتے ہیں سب کے حقوق کا برابر خیال رکھتے ہیں اور ہر انسان کے جان ومال کو اپنے جان ومال کی طرح عزیز وقیمتی سمجھتے ہیں۔۔۔ آج بھی اگر اس دور کو واپس لانا ہے تو آخرت کے عقیدے ہی کو ذہن میں اتارنا ہوگا اور دنیا کے مفادات کے بجائے آخرت کی کامیابی کو اپنا مقصود بنانا ہوگا۔

دنیا کی پانچویں گتھی کسی ایسے کامل اور متوازن نظام زندگی کا نہ ہونا ہے جو خیر و صلاح کا سرچشمہ ہو، فلاح و بہبود کا ضامن ہو جس میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے لئے متوازن اصول ہوں جس میں تمام انسانی قوتوں اور صلاحیتوں کے ارتقاء اور ہم آہنگی کا سامان ہو جس میں ہر ہر فرد، ہر ہر صنف، ہر ہر قوم اور پوری نوع انسانی۔ کے تمام مسائل کا صحیح اور عادلانہ حل ہو جس میں پوری زندگی اور ہر ایک کی پوری رہنمائی کا مکمل انتظام ہو جو نہ صرف آج کار آمد اور صحیح ہو بلکہ کل حالات کے بدل جانے اور مادی حیثیت سے انسان کے ارتقاء کرجانے کے بعد بھی بدستور موزوں اور صحیح ہو۔۔۔ ایسا نظام زندگی انسان آج تک وضع نہیں کرسکا اور نہ اپنے محدود علم، ناقص عقل مستقبل کے حالات سے اپنی بے خبری، خواہشات و اغراض اور جذبات کی بندگی کرتے ہوئے وہ ایسا نظام کبھی وضع کرسکتا ہے کچھ ناقص، غیر متوازن، غیر صلح اور قومی وطبقاتی نظام ہیں جو دنیا کو تباہ و برباد کررہے ہیں جن سے نہ کسی کو امن وسکون مسیر ہے نہ انسان کی ساری صلاحیتوں کا ارتقاء ہوتا ہے نہ تمام شعبے ہم آہنگی اور توازن کے ساتھ ترقی کرپاتے ہیں اور نہ تمام قوموں اور طبقوں کے لئے ان میں سیاسی معاشی اور معاشرتی حقوق کا تحفظ ہے کسی میں اگر انسان کی انفرادی آزادی محفوظ ہے تو اس کی معاش خطرے کی نذر ہوچکی ہے اور معاش کے ساتھ ساتھ اخلاق وشرافت بھی کسی دوسرے نظام میں اگر معاش کا مسئلہ حل کیا گیا ہے تو انسان کی آزادی ختم کرکے رکھ دی گئی ہے اور اخلاق اور انسانیت سے اسے محروم کردیا گیا ہے۔

کسی دوسرے نظام میں اخلاق و روحانیت کا انتظام ہے مگر اس کے پاس سیاسی ومعاشی مسائل کو کوئی حل نہیں۔۔۔

یہ ہے بلااستثناء تمام موجودہ نظام ہائے حیات کا حال۔

اگر آپ اس مسئلے پر پوری سنجیدگی سے غور کریں تو اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ ایسا نظام صرف اسی خدا کی طرف سے مل سکتا ہے جس نے ہم سب کو اور ہماری صلاحیتوں اور قوتوں کو پیدا کیا ہے جس نے انسانی ضرورتیں پیدا کی ہیں اور ان کے پورا کرنے کا انتظام کیا ہے جو سب پر مہربان ہے اور جو سب کی ضروریات سے اچھی طرح واقف ہے جس کا علم ہر شئی کو محیط ہے جس کی نظر ماضی وحال اور مستقبل سب پر یکساں حاوی ہے اور جو ظلم وجور سے اور خواہشات وجذبات کی بندگی سے پاک ہے کیا جس خدا نے انسان کی معمولی معمولی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے وسیع انتظامات کئے ہیں کیا اس نے اس سب سے بڑی ضرورت کے پورا کرنے کا انتظام نہ کیا ہوگا جس کا بندوبست کرنے سے انسان بطور خود عاجز ہے؟ آپ کی عقل کہے کہ ضرور کیا ہوگا اور مذاہب عالم اور انسانی تاریخ گواہی دیتے ہیں کہ اس نے ایسا بندوبست کیا ہے۔

انسانیت کے اس سب سے بڑے رہنما صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ خدا ہی انسان کی اس ضرورت کو پورا کر سکتا ہے اور اسی نے اس ضرورت کو پورا بھی کیا ہے۔ اس نے ہر مخلوق کی رہنمائی فرمائی ہے اور اس کو مختلف انداز سے یہ بتادیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کس نہج پر گزارے اس طرح اس نے پہلے انسان کو زمین پر بھیجتے ہی یہ واضح کردیا تھا کہ انسان دنیا میں اپنی زندگی کیسے گزارے۔ پھر جب انسان اس حقیقت کو بھول گیا۔ اور گمراہی اور ناکامی کا شکار ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے یاد دہانی کے لئے اپنے نبی ورسول بھیجے اور کتابیں نازل کیں تاکہ لوگوں کو وہ طریقہ معلوم ہو جس پر چل کروہ اپنی زندگی کو کامیاب بناسکتے ہیں۔ اللہ کے یہ بندے ہر ملک وقوم میں آئے مختلف زمانوں میں آئے اور لوگوں نے جب اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کو بھلادیا یا اس میں گڑ بڑ کردی تو اس کو ازسر نو پیش کرنے یا اس کو ٹھیک کرنے آئے۔ یہ سلسلہ یوں ہی چلتارہا اور اللہ کی طرف سے ہدایت اسی طرح آتی رہی، یہ ہدایت اپنے اساسات اپنے اصول اور اپنے بنیادی احکام کے لحاظ سے ہمیشہ ایک ہی رہی۔ البتہ حالات کے اختلاف اور مختلف ضروریات ومزاج واطوار کے مطابق اس نظام زندگی کی تفصیلات میں تھوڑا بہت فرق رہا، جو مختلف قوموں کو دیا جاتارہا قوموں نے جب کبھی اس نظام زندگی کو اپنایا وہ کامیاب وکامراں رہیں اور ترقی وعروج کی منزلیں طے کرتی چلی گئیں اور جب انہوں نے اس سے انحراف کیا۔ تو سارے مادی شان وشکوہ کے باوجود آخر کار وہ ناکام وذلیل ہوئیں اور دنیا سے ان کا وجود مٹادیا گیا یا باعزت وذی اقتدار قوم کی حیثیت سے باقی نہ رہیں۔

انسانیت کے اس عظیم رہنما صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ وہ کوئی نیا مشن لے کر نہیں آئے ہیں اور نہ ان کے پاس کوئی نیا پیغام ہے۔ وہ انبیاء علیہم السلام کے زریں سلسلے کی جو ابتدائے آفرینش سے چل رہا تھا، آخری کڑی ہیں وہ اسی حیات بخش پیام کو پھر لوگوں تک پہچانے آئے ہیں۔ جیسے ان سے پہلے بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام لوگوں کے پاس لاتے رہے ہیں اور جسے انسان نے اپنی بد بختی سے بار بار بھلادیا ہے انہوں نے یہ بھی بتایا کہ خدا کے بھیجے ہوئے نظام زندگی میں لوگوں نے جو تحریفات کردی ہیں میں اس نظام کو ان تحریفات سے پاک کرکے تمہارے سامنے رکھ رہاہوں تاکہ تم پورے اطمینان کے ساتھ خدا کی بندگی کرسکو اور اپنی زندگی سنوارسکو انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اب تک جو نظام ہائے زندگی خدا کی طرف سے آئے تھے وہ وقتی اور قومی تھے دائمی اور عالمگیر نہ تھے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ایک ہی قوم کو مخاطب کیا اور کچھ عرصے کے بعد ان نظاموں میں مختلف اسباب کے تحت کچھ تحریفات ہوتی رہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح فرماتارہا یا کچھ دوسرے بہتر قوانین بھیجتارہا لیکن اب جو نظام زندگی، میں خدا کی طرف سے لایاہوں یہ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے قیامت تک کے لئے ہے اور اس سے ہمیشہ ہمیشہ

انسانوں کو صحیح رہنمائی مل سکے گی۔ اس طرح یہ نظام زندگی عالمگیر و بین الاقوامی ہونے کے ساتھ ساتھ مکمل بھی ہے اور چونکہ قیامت تک اس سے رہنمائی حاصل کی جانی ہے اس لئے یہ قیامت تک محفوظ رہے گا اور اس میں کسی طرح تحریف نہ ہوسکے گی۔ کسی انسان کی دیانت وصداقت کو معلوم کرنے کے لئے جن سخت سے سخت شرائط سے کسی کی سیرت کو پرکھا جاسکتا ہے ان سے اگر آپ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو جانچیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس شخص نے اپنی پوری زندگی کبھی جھوٹ نہیں بولا نہ مزاح میں نہ دشوار سے دشوار تر حالات میں اس شخص کی زندگی سرتاپا صداقت تھی۔ پھر اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے انھوں نے جو دلائل دیئے۔ اگر آپ ان پر غور فرمائیں تو آپ کا دل اندر سے خود گواہی دے گا کہ واقعی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پچھلے صحیفوں کی پیش گوئیاں اگر آپ اٹھا کر دیکھیں گے تو وہ آپ پر ٹھیک ٹھیک اتریں گی مذاہب کی جو تاریخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے خود مذہبی کتابیں اس کی گواہی دیتی ہیں اور اس سے بہتر مذاہب کی کوئی توجیہ نہیں ہوسکتی۔ قرآن کے محفوظ رہنے سے متعلق جو پیش گوئی کی تھی وہ بالکل صحیح ثابت ہوئی اور عربوں کے کم تعلیم یافتہ اور امی ہونے کے باوجود قرآن من وعن ویسا ہی موجود ہے جیسا کہ دور رسالت میں تھا اور اس کے شواہد اتنے محکم ہیں کہ خود غیر مسلموں کو اس کا اعتراف ہے اس کے برعکس تعلیم یافتہ اور مہذب قوموں نے اپنی کتابوں کو ضائع ومحرف کردیا اور آج قرآن ہی خدا کی وہ واحد کتاب ہے جو مستند ہے اور ہر طرح کی تحریفات سے محفوظ۔۔۔جو نظام زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا عقل انسانی اس سے بہتر اس سے جامع اور اس سے مکمل نظام نہ سوچ سکی۔ اس نظام کی تفصیلات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب انسانوں کے لئے مفید اور موزوں ہے اور اس میں تمام انسانوں کی زندگی کے تمام شعبوں کا صحیح اور کامل ارتقاء ہے پھر یہ نظام وقتی بھی نہیں۔ اگرچہ یہ آج سے چودہ سو سال پہلے پیش کیا گیا تھا اور آج کے بہت سے مسائل اس وقت تک نہ پیدا ہوئے تھے اور نہ کسی کے ذہن میں انکا خیال وگمان تک تھا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ دور کے وہ تمام مسائل جنہیں سلجھانے سے انسانی عقول عاجز ہیں اس تعلیم میں ان کا بہترین حل موجود ہے اور ہم پورے عقلی اطمینان کے ساتھ اپنے آپ کو اس یقین پر مجبور پاتے ہیں کہ اگر آج اسے پورے کا پورا اختیار کرلیا جائے تو وہ ان مسائل کا بہترین حل ہے۔ پھر ایسا بھی نہیں کہ یہ نظام کوئی فلسفیانہ اور غیر عملی نظام ہو، یہ خود اسی رہنمائے انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں عملاً قائم ہوچکا ہے اور اس کے بعد اس کے جانشینوں نے اسے چلا کر اس کے ہر ہر پہلو کو بالکل اجاگر کردیا ہے۔ تاریخ میں اس دور کی مکمل تاریخ اور معاصرین کے تاثرات کا ریکارڈ موجود ہے جسے دیکھ کر ہر دوست و دشمن اسے انسانیت کا بہترین دور کہنے پر

مجبور ہے۔۔۔ ظاہر ہے کہ اس سے بہتر اس گتھی کا کوئی حل نہیں ہوسکتا۔ خدائی نظام ہمارے پاس محفوظ، مستند اور یقینی شکل میں موجود ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لوگوں کو اپنے ساتھ لیا جو اللہ کے وجود اور اس کی صفات پر پورا یقین رکھتے تھے اور اللہ کی مکمل بندگی کو اپنا مقصود اور اس کی رضا کو اپنی زندگی کا حاصل یقین کرتے تھے۔ اللہ کی بندگی اور اس کی رضا کو مقصود بنانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ نظام اسلامی کے بہترین مخلص اور بے مثال پیرو بن جاتے تھے اور کسی قیمت پر اس سے خیانت کرنے پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ اللہ کے وجود اور اس کی صفات پر ایمان رکھنے کا اثر زندگی پر یہ پڑا کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو ایک ایسے مقتدر اعلیٰ کے سامنے جواب دہ محسوس کرتے تھے جو ہر دم ان کی نگرانی کررہا ہے جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے جس سے وہ اپنا کوئی فعل نہیں چھپاسکتے جو دل کے ارادوں اور نیتوں تک سے بخوبی واقف ہے جس کے قبضہ قدرت سے نکل کروہ کہیں نہیں جاسکتے جس کی پولیس ہر جگہ انسان کو گھیرے ہوئے ہے اور جسکی سی۔ آئی ڈی ہر وقت انسان کا ریکارڈ مرتب کرنے میں مشغول ہے جس کی رحمتیں بے پایاں ہیں اور انہیں پر انسان کی زندگی اور اس کے تمام معاملات کا انحصار ہے۔ اس کا عذاب بے پناہ ہے اور وہ کسی وقت بھی نافرمان اور ظالم بندوں پر آسکتا ہے اور انہیں تباہ و برباد کرسکتا ہے۔۔۔ اس یقین کا جو کچھ اثر انسانی زندگی پر پڑے گا۔ اس کا اندازہ بہ آسانی کیا سکتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کے یقین کو پیدا کرنے اور اس دنیا کی کامیابی کو مقصود بنانے کی کوشش کی۔ اس غرض کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دلائل و براہین پیش کئے جو انسان کے دل میں آخرت کا یقین پیدا کرسکیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا اور آخرت کی نعمتوں کا مقابلہ کرکے بار بار اس حقیقت کو اچھی طرح واضح کیا کہ دنیا کی نعمتیں چند روزہ ہیں معمولی ہیں، ناپائیدار ہیں، اور پھر بھی بہت کم انسانوں کو ملتی ہیں، اس کے مقابلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ آخرت کی نعمتیں دائمی ہیں، پائیدار ہیں، عظیم ہیں اور ہر اس انسان کو ملیں گی جو ان کے لئے ایمانداری واخلاق کی راہ اختیار کرے اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں دنیاؤں کی تکالیف ومصائب کا موازنہ کیا، پھر آپ نے ہر ہر قدم پر اپنے ساتھیوں کی تربیت کی کہ وہ ہر کام صرف خدا کی رضا اور آخرت کی کامیابی کےلئے کریں اور دنیوی مفادات کو مقصود نہ بنائیں۔ اس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی طرف سے بے رغبتی پیدا کی، خدا کی راہ میں دولت خرچ کرنے، ضرورت پڑنے پر عیش و آرام کو تج دینے، گھر بار کو چھوڑ دینے، اپنے معاشی ذرائع ووسائل کو تباہ کرلینے اور بالآخر جان تک دے دینے کا حکم دیا اور اس کی عملی تربیت کرائی۔ پھر ان سب قربانیوں کے سلسلے میں دنیا کے دوسرے نظاموں کے برخلاف

قدم قدم پر یہ حقیقت واضح کی کہ اگر تم یہ سب کچھ دنیوی فوائد یا اقتدار کے حصول کے لئے کروگے تو یہ سب رائگاں جائے گا اور اس کے لئے خدا کے یہاں جواب دہ ہوگے تمہیں یہ سب کام صرف خدا کو خوش کرنے کے لئے اور آخرت کو کامیاب بنانے کے لئے کرنا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ یہ بھی واضح کیا کہ اللہ کی صرف قانونی بندگی سے کام نہ چلے گا، اللہ کا تقرب ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کی محبت کے مقابلے میں دنیا کی ہر ایک محبت کو قربان کردیتے ہیں جو صرف وہی اعمال بجا نہیں لاتے جن کا خدا نے حکم دیا ہے۔ بلکہ بہت سے وہ کام بھی کرتے ہیں جنہیں خدا نے قانوناً ضروری تو نہیں ٹھرایا ہے لیکن جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔ جو ہر کام پورے جذبہ خلوص واطاعت کے ساتھ کرتے ہیں اور اچھے سے اچھے طریقے پر کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ ہی اللہ کی ان صفاتِ رحم وکرم کو بھی واضح فرمایا جن کو جاننے سے انسان کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتایا کہ جو خدا سے محبت کرتے ہیں، خدا ان سے محبت کرتا ہے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں خدا کی گہری محبت اور اس کی مخلص فرمانبرداری پیدا کی۔۔۔ موجودہ نظام اپنی پابندی، قانون کے زور سے کرانا چاہتے ہیں جس کا دائرہ بہت محدود ہوتا ہے اور جس کو توڑنے کے لئے انسان سو بہانے کرتا رہتا ہے، برسر اقتدار طبقے کے لئے یہ روک بھی نہیں ہوتی، اس لئے وہ خوب کھل کھیلتا ہے۔ اسلامی نظام کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسانوں کے دلوں میں اپنے مقتدر اعلیٰ کے خوف کے ساتھ ساتھ اس کی گہری اور والہانہ محبت پیدا کرتا ہے اور ان سے رضاکارانہ اور وفادارانہ اپنی اطاعت کراتا ہے اور اس محبت ووفاداری کے جذبے سے وہ لوگ بھی خالی نہیں ہوتے جن کے ہاتھ میں زمامِ کار ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کیا کہ انسان یقین رکھنے اور فیصلہ کرنے کے باوجود جو غلطیاں کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دنیا کے دوسرے علائق اس پر چھا جاتے ہیں اور وہ تھوڑی دیر کے لئے ان حقائق کو بھول جاتا ہے جو اسکے دل میں گھر کئے ہوئے تھے۔ یہ کیفیت ہر انسان پر طاری ہوسکتی ہے اور ہوتی ہے اور اگر اس کیفیت کو دور نہ کیا جائے تو بالآخر انسان اپنا سرمایہ ایمان ویقین کھو بیٹھتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی اس کمزوری کو دور کرنے کے لئے اور اس کو اللہ کی عظمت یاد دلانے، اس کی بندگی پر اکسانے اور اس کی محبت ووفاداری بڑھانے کے لئے ذکر الٰہی کو مسلمان کی زندگی میں اس طرح سمودیا کہ وہ خدا کو کسی طرح بھول نہ سکے۔ اسے قرآن کی تلاوت کا حکم دیا جو ہدایت کا سرچشمہ ہونے کے علاوہ خدا کو یاد دلانے اور اس کی محبت پیدا کرنے اور

آخرت کی کامیابی کی خوش خبری سنانے اور خدا کے عذاب سے ڈرانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ آپ نے دن رات میں ہر چند گھنٹے کے بعد نمازیں ادا کرنا دین کی بنیاد اور مومن کی سب سے پہلی اور اہم نشانی قرار دیا۔ یہ نماز کیا ہے، اللہ کی یاد مسلسل یاد، اس کی بندگی کا عہد، اس کے سامنے انتہائی عاجزی وعبودیت کا اظہار، اس کی صفات کا ورد، اس سے قریبی تعلق پیدا کرنے کا بہترین طریقہ، نماز کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کام کے کرنے سے پہلے اور کرنے کے بعد کچھ دعائیں مانگنے اور کچھ اذکار کے ورد میں رکھنے کی تلقین فرمائی، جن میں سے ہر ایک غفلت کو دور کرنے انسان کو اس کی حیثیت سے باخبر رکھنے اور خدا کی محبت وعظمت پیدا کرنے کے لئے اکسیر ہے۔ نماز کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل ایک ماہ کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا، یہ روزے ایک طرف اخلاقی انضباط پیدا کرنے کا بے مثل نسخہ ہیں، دوسری طرف ہمہ وقتی ذکر کے بہترین پروگرام ہیں۔ مزید برآں استطاعت رکھنے والوں پر حج بیت اللہ فرض قرار پایا جو محبت الٰہی میں انسان کو سرشار کردینے اور دین خداوندی کا والہ وفریفتہ بنادینے والی عبادت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاقیات کی بہترین تعلیم علمی اور عملی حیثیت سے لوگوں کے سامنے پیش کی لوگوں کے حقوق کی ادائیگی اور انصاف اور حسن سلوک کو دین میں بنیادی اہمیت دی اور ارباب اقتدار کی ذمے داریوں کو خصوصیت سے بہت واضح الفاظ میں بیان فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے الفاظ میں بتادیا کہ اسلام میں قیادت، مخلوق کی خدمت اور شبانہ روز محنت وتندہی کا نام ہے، عیش وآرام اور نفع اندوزی کا نام نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طرح طرح سے عوام وخواص میں یہ ذہنیت پیدا کرنے کی کوشش کی کہ وہ دولت واقتدار کو بڑائی کا ہم معنی قرار نہ دیں اسکے برخلاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت سے فرمایا کہ بڑائی اللہ کی بندگی اور اس کے قانون کی پیروی میں ہے اور جو اس لحاظ سے بڑا ہے وہی قیادت وسرداری کا مستحق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا کہ مومن کی رائے بھی خدا کی امانت ہے اور اسکا مستحق وہی شخص ہے جو خداترس ہو اور واقعۃً اس منصب کا اہل، جس کے لئے رائے دی جارہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو منتخب کرنے سے بالکل روک دیا جو خود کسی عہدے کا طالب ہو اور اپنے آپ کو امیدوار کی حیثیت سے پیش کررہا ہو۔

اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں پر ایمان وعمل کے بعد سب سے بڑا یہ فرض عائد کیا کہ وہ نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے اور حق کی طرف دعوت دینے کو اپنی زندگی کا مشن بنائیں اور جب تک دنیا میں کوئی بھی برائی موجود ہو وہ اپنے اس کام میں پورے انہماک کے ساتھ مشغول رہیں اس فریضے کو بجالانے میں انہیں نہ تو

سستی کرنا چاہیئے، نہ محبت وقرابت کا کوئی لحاظ کرنا چاہیئے، نہ کسی بڑے سے بڑے لالچ یا بڑے سے بڑے خوف کی بناء پر اسے ترک کرنا چاہیئے، سوسائٹی میں جہاں کہیں برائی سر نکالے ہر مومن کا فرض ہے کہ اسے بڑھ کر دبیں دبادے۔ اسلامی نظام حکومت کا مقصد وجود ہی یہ ہے کہ وہ اس فریضے کو ادا کرے۔ لیکن اگر ارباب اقتدار اس مقصد کو پورا نہ کریں اور خلاف اسلام مقاصد میں منہمک ہوجائیں تو ہر مومن کا حق ہے کہ ان پر تنقید کرے اور اس کا فرض ہے کہ اس کو اس غلط روش سے روکے اور راہ راست پر لائے اور ان کے ناجائز احکام کی تو ہرگز اطاعت نہ کرے لیکن اگر وہ اپنی غلطیوں سے باز نہ آئیں اور کھلم کھلا خلاف اسلام روش اختیار کرلیں۔ تو اہل ایمان کا فرض ہے کہ وہ انہیں اقتدار کی گدی سے اتار پھینکیں اور صالح قیادت کو برسر کار لائیں۔۔۔ ان احکام کی پابندی اور اس ماحول کی موجودگی میں ارباب اقتدار کی بددیانتی کا خطرہ پیدا نہیں ہوسکتا اور اگر کسی خامی یا غلطی کی بناء پر پیدا ہوجائے تو اس قدر شدت اختیار نہیں کرسکتا جتنا اس دور میں ہے، پھر اس کا تدارک آسانی کے ساتھ ہوسکتا ہے۔

اس دور کی ایک بہت بڑی مصیبت یہ ہے کہ نیکی واخلاق اور انسانیت وفلاح عالم کے دعوے کرنے والے ان موضوعات پر تحقیقی مقالے لکھنے والے، دنیا کو اس کا درس دینے والے، ان چیزوں کو بنیاد بنا کر تنظیمیں قائم کرنے والے تو کم نہیں ہیں، مگر ان لوگوں کی کمی نہیں، قحط ہے جو واقعی نیکی واخلاق کا نمونہ اور انسانیت وخیر خواہی کا پیکر ہوں۔ اس کے برخلاف ایسے لوگوں کی کوئی کمی نہیں ہے اور وہ پوری دنیا میں حشرات الارض کی طرح بکثرت موجود ہیں۔ جن کی زندگی سراسر بدی سے معمور ہے، جو بدی کے پرجوش داعی و مبلغ ہیں اور جو بدی کو دنیا میں پھیلانے کے لئے ہر قسم کی تدبیریں اور کوششیں کررہے ہیں۔ حکومتیں اور برسراقتدار طبقے اس "مقدس مہم" میں آگے آگے اور عوام انکے پیچھے۔ بدی کے اس عالمگیر سیلاب میں کوئی نیکی کیسے اختیار کرے اور کونسا نمونہ سامنے رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ بدی کی راہ اختیار کرنا عام شیوہ ہوچکا ہے اور نیکی کی راہ سنسان پڑی ہے۔

پھر مشکل صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ نیکی کا کوئی نمونہ نہیں ہے۔ بلکہ جو اسکیم بھی سامنے آتی ہے اس کا سب سے زیادہ ناقص پہلو یہی ہوتا ہے۔ کہ وہ محض دماغی اسکیم ہوتی ہے جو ایک شخص یا چند اشخاص مرتب کرتے ہیں ان کے سامنے اس اسکیم کے تمام روشن وتاریک پہلو نہیں ہوتے اور چند روشن پہلوؤں کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کرلیتے ہیں کہ یہ اسکیم لوگوں کے لئے مفید ہوگی اور انہیں پہلوؤں کا وہ لوگوں میں پروپیگنڈا کرتے ہیں لیکن جب لوگ اس اسکیم کو اپناتے ہیں تو اچانک اس کے تاریک پہلو سامنے آتے ہیں اور جن پہلوؤں کو روشن خیال کیا گیا تھا۔ بسا اوقات وہ بھی اپنے پیچھے تلخ نتائج رکھتے ہوتے ہیں۔ وہ لوگ یہ حالت دیکھ کر گھبرا اٹھتے ہیں اور پھر یا تو ترمیموں کے

ذریعے کچھ دنوں اس اسکیم کو اور گھسیٹ کر لے چلتے ہیں یا اس کے خلاف انقلابی جدوجہد شروع کردیتے ہیں۔ یہ صورت حال ہر اسکیم اور ہر تحریک کے سلسلے میں پیش آتی ہے۔

انسانیت کے اس سب سے بڑے رہبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بہت بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے جہاں ایک ایسا نظام دنیا کو دیا جس کی بنیاد نیکی وخدا ترسی پر تھی اور جو سراپا خیر وبرکت کا سرچشمہ تھا۔ وہاں انہوں نے اس کے ایک ایک جزو پر سب سے پہلے خود عمل کیا اور اس طرح عمل کا جذبہ رکھنے والوں کے سامنے اس کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کردیا اور ان پر واضح کردیا کہ اس نظام کو انفرادی طور پر اختیار کرنے سے انسان دنیا کیلئے کس قدر خیر وبرکت کا باعث اور فلاح وبہبود کا ذریعہ بنتا ہے۔ اجتماعی اثرات واضح کرنے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گذشتہ قوموں کے حالات کا حوالہ دیا جن کی تاریخ لوگوں کے سامنے تھی اور جو اس نظام کو اختیار کرنے سے ترقی وکامرانی کی منزل تک پہنچے تھے اور جو اس سے انحراف کرنے کے باعث تباہی وبربادی کا شکار ہوگئے تھے کیونکہ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔ اسلامی نظام ہی ایک ایسا نظام ہے جو تفصیلات کے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ ابتدائے آفرینش ہی سے دنیا میں موجود رہا ہے اور قوموں نے اس سے فوائد وبرکات حاصل کئے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ یہ اس خدا کا بھیجا ہوا نظامِ زندگی ہے جو علیم وخبیر ہے اور جس نے اپنے علم وآگہی کی بناء پر یہ نظام تمہارے لئے بھیجا ہے اس لئے نہ تو یہ غیر عملی ہوسکتا ہے نہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس کے روشن پہلو تاریک ثابت ہوں، یا کچھ تاریک پہلو سامنے آجائیں جو اس کے روشن پہلوؤں کو تاریک کرکے رکھ دیں جن لوگوں نے اس اعتماد پر اس نظام کو قبول کیا اور اپنی زندگی کو اس کا عملی نمونہ بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منظم کیا اور اس جماعت کا مقصد ہی یہ قرار دیا کہ وہ اپنی زندگی اقامت دین، امر بالمعروف نہی عن المنکر، اور دعوت الی الحق میں لگادیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں اس جماعت کی اجتماعی جدوجہد کے نتیجے کے طور پر وہ نظام حق عملاً قائم ہوگیا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاءؓ نے اس عمدگی کے ساتھ چلاکر اور دنیا پر اسے غالب وبااقتدار کرکے دکھادیا کہ اس سے جو توقعات لگائی گئی تھیں نہ صرف یہ کہ وہ پوری ہوگئیں بلکہ بہت سے ایسے روشن پہلو سامنے آگئے جن کا لوگ تصور تک نہ کرسکتے تھے۔

آج یہ ساری تفصیلات ہمارے سامنے موجود ہیں جنہیں دیکھ لینے کے بعد کسی شخص کو دوسرے نظاموں کی طرح اس نظام کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں ہوسکتی کہ یہ غیر عملی ہے یا مہلک ومضر ہے۔ پھر ان تفصیلات میں

ہمارے لیے کام کی راہیں بھی آسان کردی ہیں ان سے ہم جان گئے ہیں کہ اس نظام پر کس طرح عمل کریں اور کن کن مراحل میں کون کون سی راہ اختیار کریں--- یہ ایک ایسی نعمت ہے جو صرف سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہؓ ہی سے مل سکتی ہے۔ لیکن ان سب آسانیوں کے باوجود یہ ایک واقعہ ہے۔ کہ یہ ایک عملی نمونہ اب کتابی نمونہ بن چکا ہے اور مخالفین اور بدگمان لوگوں کےلئے یہ کہنے کی بڑی گنجائش پیدا ہوگئی ہے کہ یہ تو پچھلے زمانے کی باتیں اور کتابوں کی روایات ہیں ۔ اس لئے اس دور میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو اپنا رہنما ماننے والے اپنی پوری زندگی کو اس نمونے کے مطابق ڈھالیں ، اسی طرح پھر شہادت حق اور اقامت دین کےلئے اٹھ کھڑے ہوں اور اس کےلئے انفرادی واجتماعی جدوجہد شروع کردیں یہاں تک کہ نظام حق کو سیاسی طور پر دنیا میں قائم وغالب کرکے چھوڑیں اسی وقت دنیا کو یہ یقین ہوگا کہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کےلئے خیر وبرکت کا سرچشمہ ہے۔ اور اس کا عملی نمونہ بھی ان کے سامنے آجائے گا اور در حقیقت عام انسان اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے فائدہ اٹھا سکیں گے ورنہ مشکلات کا واحد حل کتابوں کی زینت بن کررہ جائے گا اور دنیا اسی طرح ہلاکت وبربادی کی طرف بڑھتی رہے گی جس طرح بڑھ رہی ہے۔